Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

خصوصی شمارہ برائے "عُرف بطور ماخذِ شریعت"

Exploring the Role of ʿUrf in Islamic Jurisprudence: A Comparative Analysis of Its Lexical Definitions and Practical Dimensions Across Schools of Thought

اسلامی فقہ میں عرف کا کردار: مختلف فقہی مکاتبِ فکر کے تناظر میں لفظی اور عملی حیثیت کا تقابلی جائزہ

Authors Details
1. Zeeshan Ali (Corresponding Author)
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Riphah International University, Islamabad, Pakistan. **Za8147553@gmail.com**

Citation
Ali, Zeeshan. . " Exploring the Role of ʿUrf in Islamic Jurisprudence: A Comparative Analysis of Its Lexical Definitions and Practical Dimensions Across Schools of Thought" *Al-Marjān Research Journal*, 3, no.1, Jan-Mar (2025): 01– 13.

Submission Timeline
Received: Dec 02, 2024
Revised: Dec 16, 2024
Accepted: Dec 26, 2024
Published Online: Jan 04, 2025

Article QR

Publication, Copyright & Licensing

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.
All Rights Reserved © 2023.
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

Exploring the Role of ʿUrf in Islamic Jurisprudence: A Comparative Analysis of Its Lexical Definitions and Practical Dimensions Across Schools of Thought

اسلامی فقہ میں عرف کا کردار: مختلف فقہی مکاتبِ فکر کے تناظر میں لفظی اور عملی حیثیت کا تقابلی جائزہ

☆ ذیشان علی

Abstract

The concept of ʿUrf (custom), encompassing both its lexical and practical dimensions, serves as a foundational element in Islamic jurisprudence, particularly in circumstances where explicit textual evidence from the Qur'an or Sunnah is absent. This study examines the role of ʿUrf in shaping jurisprudential theory and legal practice across historical and contemporary contexts. It addresses three primary questions: What are the lexical and practical understandings of ʿUrf in Islamic law? How do the major schools of thought—Ḥanafī, Mālikī, Shāfiʿī, and Ḥanbalī—interpret and apply ʿUrf? And what governing principles regulate its integration into legal rulings? Employing a comparative qualitative methodology, the research analyzes primary sources including the Qur'an, Ḥadīth, and classical legal manuals, along with secondary literature such as modern scholarly works and contemporary case studies. The findings demonstrate that ʿUrf continues to function as a vital tool of legal reasoning in the absence of direct scriptural guidance, though its scope and application vary among the schools. The Ḥanafī and Mālikī traditions show greater receptivity toward ʿUrf, incorporating local customs more flexibly, whereas the Shāfiʿī and Ḥanbalī schools adopt stricter evaluative criteria to ensure consistency with established religious principles. Ultimately, the research argues that ʿUrf occupies a dynamic position in the evolution of Islamic jurisprudence. Its careful and principled application allows Islamic law to remain both rooted in tradition and adaptable to changing social realities, thereby balancing divine guidance with practical human experience.

Keywords: Islamic Jurisprudence, Urf (Custom), Legal Maxims, Comparative Fiqh, Islamic Law

تعارف موضوع

دین اسلام ایک بہترین ضابطہ حیات ہے اس نے اپنے ماننے والوں کے لیے ہر پہلو سے راہنمائی اور تربیت کا اہتمام کیا ہے یہی وجہ ہے مسلم معاشرے ہر زمانے میں پیش آمدہ مسائل سے الجھنے کی بجائے قرآن وسنت کی روشنی میں عرف وعادت کا خیال رکھتے ہوئے مناسب اور معیاری حل کی طرف رجوع کرتے رہے۔ بنیادی طور پر اسلامی شریعت مطہرہ کی عمارت چند بنیادی مصادر پر استوار ہے، ان میں کچھ مصادر کی حیثیت بنیادی نوعیت کی ہیں جن پر شریعت کا نظام قائم ہے ان میں اولیت قرآن اور حدیث کو حاصل ہے اور اس کے بعد اجماع اور قیاس ہیں اور بعض

☆ پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان۔

مصادر وماخذ ایسے ہیں جنہیں ثانوی درجے کی حیثیت حاصل ہے جیسے مصالح مرسلہ، استحسان اور عرف وعادت شامل ہیں، ان تمام مصادر وماخذ کا بنیادی مقصد شریعت اسلامیہ کی روشنی میں احکام الہی کو انسانی فطرت کے مطابق قابل عمل بنانا ہے تاکہ نوع انسانی کے لیے احکام دین پر عمل پیرا ہونا ممکن بنایا جاسکے اور قرآن سنت کا بنیادی مقصد بھی برقرار رہے۔

عرف وعادت فقہ اسلامی کا ایک اہم اور آخری ماخذ وسرچشمہ ہے، بنیادی طور پر اسکی حیثیت تو ثانوی ماخذ کی ہے لیکن دور نبوی ﷺ سے لیکر آج تک کسی بھی زمانے میں اسکی ضرورت واہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ احادیث طیبہ سے بھی چند مثالیں ملتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے نبی پاک ﷺ نے ابتدائی دور اسلام میں بھی عرف وعادت کا خاص خیال رکھا، جیسے بیع سلم سے متعلق عرف وعادت کا خیال رکھتے ہوئے چند شرائط کے ساتھ اسکی اجازت دی اس بات کی تائید حدیث پاک سے ہوتی ہے۔ "عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو لوگ کھجور میں دو اور تین سال تک کے لیے بیع سلم کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت فرمائی کہ جسے کسی چیز کی بیع سلم کرنی ہے، اسے مقررہ وزن اور مقررہ مدت کے لیے ٹھہرا کر کرے۔" یاد رہے کہ بیع سلم بھی تجارت کی ایک قسم ہے یہ عام طور کی جانے والی بیع مطلق سے قدرے مختلف ہوتی ہے اس میں خریدار کو بیع سے قبل پیشگی قیمت ادا کرنا ہوتی ہے، لیکن عرف وعادت کے قاعدہ کے مطابق مال یا جنس کو فوراً موقع پر ادا کرنے کی بجائے بعد میں مخصوص طے شدہ تاریخ پر فراہم کیا جاتا ہے۔ تجارت کی یہ قسم زمانہ قدیم میں عرب معاشرہ میں رائج تھی اور اس کے مطابق خرید وفروخت کی جاتی تھی۔ نبی ﷺ نے اس تجارت کی اجازت دی، بشرطیکہ اس میں درج ذیل شرائط کا خیال رکھا جائے، جیسے:

* اولاً سب سے پہلے جنس کی مقدار اور اسکی نوعیت کا تعین کیا جائے۔
* اس کے بعد وقت اور جگہ کا تعین باہمی مشاورت سے کیا جائے۔
* آخر میں لازمی طور پر جنس کی تکمیل اور ترسیل کے حوالے سے واضح طور تفصیل بیان کرنا۔

چونکہ یہ معاملہ خالصتاً ایک معاشرتی نوعیت کا تھا اور سارے معاملات عرف وعادت کے مطابق چل رہے تھے اور یہ طریقہ اُس وقت کے تجارتی معاملات میں رائج تھا۔ اس لیے نبی ﷺ نے عرف وعادت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس طریقہ بیع کو تسلیم کیا، لیکن اس میں شریعت کے اصولوں کو بھی یقینی بنایا تاکہ اس میں کسی قسم کا دھوکہ یا غیر واضح معاملات کا گمان بھی نہ رہے۔

زیر نظر مقالہ **"اسلامی فقہ میں عرف کا کردار: مختلف فقہی مکاتب فکر کے تناظر میں لفظی اور عملی حیثیت کا تقابلی جائزہ"** میں اسلامی فقہی نظام کو ترتیب دینے میں عرف عادات کے کردار کا تجزیہ کرتے ہوئے آئمہ اربعہ کے مابین لفظی و عملی معنیٰ اور اس کے اطلاق میں پائے جانے والے علمی نوعیت کے اختلاف کو تقابلی انداز میں بیان کرکے مفید پہلوؤں کو سامنے لایا جائے گا تاکہ جدید زمانے میں پیش آمدہ مسائل کو حل کرتے ہوئے عرف وعادات کی حیثیت اور کردار کو پیش نظر رکھا جاسکے۔

مبحث اول: عرف کا مفہوم واقسام

1. عرف کا مفہوم

لغوی اعتبار سے عرف کا مادہ (ع،ر،ف) ہے، معرفت اور عرفان اس کا مصدر ہے اس سے مراد ایسی شے ہے جو جانی پہچانی ہو، ماہرین لغات نے عرف کے متعدد معنیٰ بیان کیے ہیں جن میں اتصال واطمینان، علم ومعرفت، محبوب فعل، اعلیٰ وارفع، اس کے علاوہ ہر مندی اور نجومی کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے، جدید زمانہ میں قانون کی زبان میں عرف کو (Custom) یا رسم ورواج کہتے ہیں[1]۔

لسان العرب ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: "العرف والعرفان والعارفة معنیٰ واحد"[2] عرف، عرفان اور عارفہ کا ایک ہی معنیٰ ہیں"۔ اسکے علاوہ ابن منظور افریقی نے عرف کے مزید چند معنیٰ بھی بیان کیے ہیں: ان میں لگاتار، مسلسل، پے بہ پے جیسے مرسلات عرفا، بلند وبالا ریت کا ٹیلہ، سخاوت خوشبو، خبر وغیرہ[3]۔ الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ عرف کے اصطلاحی مفہوم سے متعلق فقہاء اور اصولین کی مندرجہ ذیل آراء ملتی ہے۔ فقہ حنفی کے معروف فقیہی اور مفسر عبد اللہ بن احمد بن محمود ابو برکات نسفی عرف کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"العرف ماستقرفی النفوس من جهة العقول وتلقته و الطبائع المسلمة بالقبول"[4]

"عرف سے مراد ایسی شے ہے جو عقل کے ذریعے نفوس انسانی میں شامل ہو جائے اور فطرت سلیمہ اسے قبول کرے"۔

نسیم احمد قاسمی علامہ جرجانی علیہ رحمہ کے حوالے سے عرف کی تعریف نقل کرتے ہیں: "العرف مااستقرالنفوس عليه بشهادة العقول وتلقه الطبائع بالقبول"[5] ترجمہ: عرف سے مراد ایک ایسی شے جو عقلی اعتبار سے انسانی نفس میں راسخ ہو جائے اور طبیعت انسانی قبول کرنے کی مائل ہوں۔ مصر کے مشہور فقیہی ابو زہرہ عرف کی تعریف سے متعلق اپنی رائے بیان کرتے ہیں: عرف سے مراد ایسے امور وعادات ہیں جن پر عمل سے متعلق لوگ باہمی طور پر متفق ہوں اور اس بارے میں ان کے امور طے ہو چکے ہوں[6]۔ شیخ مصطفیٰ زرقاء عرف کی تعریف کی متعلق بیان کرتے ہیں: عادة جمهور رقوم فی قول وعمل[7] عام لوگوں کے قول و عمل میں پائے جانے والی عادات وراج کو عرف کہتے ہیں، عرف کی بیان کردہ درج بالا تعریف اور ان سے مناسبت رکھنے والی دیگر تعریفات ایک خاص حقیقت کے گرد گھومتی ہے اور اس کے دو جز ہیں:

ایسی تمام اشیاء جو معاشرے عمومی طور پر معروف ہو اور عامتہ الناس اس سے متعارف ہو، معاشرے میں بسنے والے تمام لوگ عادتاً اس سے حقیقی طور پر آشنا ہوں۔ اسی طرح وہ تمام اشیاء جو ازروئے انسانی عقل پسندیدہ ہو، انسان طبیعت حقیقی طور پر اس سے انسیت رکھتی ہوں۔

---

1 Muftī Nasīm Aḥmad Qāsimī, "Urf wa ʿĀdat." In Fiqhī Maqālāt, edited by Maulānā Niʿmat Allāh Aʿẓamī et al. New Delhi: Ifa Publications, 1424 AH/2003, 19.
2 Abū al-Faḍl Muḥammad ibn Mukarram ibn ʿAlī. " ʿUrf." In Lisān al-ʿArab. Beirut: Dār Ṣādir, 1414 AH, 3rd ed., 1: 189.
3 Abū al-Faḍl Muḥammad ibn Mukarram ibn ʿAlī, Lisān al-ʿArab, 1: 189.
4 Abd Allāh ibn Aḥmad ibn Maḥmūd, Abū Barakāt an-Nasafī. Al-Muṣṭafā. In Rasāʾil Ibn ʿĀbidīn. Beirut: Dār Ṣādir, 1434 AH, 3rd ed., 7: 112.
5 ʿAlī ibn Muḥammad ibn ʿAlī al-Jurjānī. " ʿUrf." In At-Taʿrīfāt. Beirut: Dār Ṣādir, 1414 AH, 3rd ed., 1: 49.
6 Abū Zuhra al-Miṣrī. Uṣūl al-Fiqh. Cairo: Dār al-Fikr, 1415 AH, 3rd ed., 273.
7 Shaykh Muṣṭafā Aḥmad az-Zarqā. Al-Madkhal al-Fiqhī al-ʿĀmm. Damascus: Dār al-Qalam,1435 AH, 3rd ed., 7: 112.

2. عرف کی اقسام

بنیادی اعتبار سے عرف کی تین اقسام ہیں۔ **عرف عام:** عرف عام سے مراد ایسا امر جو عمومی طور پر عوام وخواص کے درمیان اچھا سمجھا جانے کی وجہ سے رائج ہو اور انسانی عقول اسے تسلیم کرتی ہوں مثلاً وضع قدم وغیرہ۔ **عرف خاص:** عرف خاص سے مراد ایسا عرف جس کا تعلق کسی خاص طبقہ سے ہو اور یہ صرف مخصوص طبقہ میں ہی مقبول ہوں، جیسے نحویوں کے ہاں رفع کی اور مناظرین کے ہاں فرق کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ عرف شرعی: اس سے مراد ایسا طرزِ عمل جو اکثر لوگ اختیار کرنے کے عادی ہوں اگر یہ شریعت کے مخالف نہ ہو، تو فقہاء اس کو بعض مسائل میں دلیل یا فیصلہ کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ مثال: اگر کوئی آدمی کہے "میں تمہیں یہ مکان بیچتا ہوں" عرف میں اس سے مراد صرف مکان کی عمارت لی جاتی ہے اس سے ملحق زمین کو اس میں شامل نہ سمجھا جائے گا جب تک بیع کے وقت صراحت نہ کی جائے۔[8]

موضوع کے اعتبار سے عرف کی دو اقسام ہیں۔ (ا) عرف لفظی (ب) عرف عملی[9]

عرف لفظی: عرفِ لفظی سے مراد ایسا عرف ہے جس کی مناسبت الفاظ کے معنیٰ، مفہوم، تشریح اور تعبیر کے استعمال سے ہوتی ہو، یعنی جب کسی استعمال ہونے والے لفظ یا جملے کا معنیٰ و مفہوم لغوی اعتبار سے عرفی معنیٰ کی نسبت مختلف ہو اور یہ عرفی معنیٰ کثرت سے رائج ہو تو عرف کے مطابق ہی اس کا اطلاق کیا جائے گا۔ جب کوئی لفظ یا ترکیب عوام میں کسی ایک خاص معنیٰ اس قدر رائج ہو جائے کہ جب کبھی اس کا استعمال کیا جائے تو لوگ بغیر کسی دلیل یا قرینہ کے فی الفورًا سے سمجھ جائے تو اسے عرف قولی یا لفظی کہتے ہیں۔

"اللفظ إذا تعارض فيه العرف واللغة، يُقدَّم العرف"[10]

جب کسی لفظ کے معنی میں لغت اور عرف کا اختلاف ہو، تو عرف کو مقدم کیا جائے گا۔

اس سے واضح طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ جب کوئی اصطلاح کسی ایک خاص لفظ یا ترکیب جو عمومی طور پر رائج ہو کے تحت استعمال ہو رہی ہو اس میں لغوی اور عرفی معنیٰ کے اعتبار سے تضاد آ رہا ہو تو فقہاء کرام کے نزدیک عرف میں استعمال ہونے والے معنیٰ و مفہوم کو برتری دی جائیگی لیکن یاد رہے ایسا عرف کسی بھی پہلو سے شریعت اسلامیہ یعنیٰ قرآن و سنت کے بنیادی اصولوں کے خلاف نہ ہوں۔ مثال کے طور پر لغوی اعتبار سے "دار" کا گھر کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے لیکن عرف میں مکمل جائیداد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے بالکل اسی طرح لغت میں "لحم" سے مراد گوشت لیا جاتا ہے، لیکن عرف میں گوشت کے علاوہ چربی وغیرہ کے لیے بھی "لحم" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

عرف عملی: ایسا عرف جو بار بار **کسی خاص فعل یا طریقے** کے دہرانے سے وجود میں آئے، یعنی اس سے مراد ایسا عمل جو لوگوں میں کسی معاملے میں ایک خاص طریقہ سے رائج ہو جائے اور اس کے ساتھ یہ عمل یا طریقہ اس قدر معروف ہو جائے کہ لوگ عمومی طور پر اعتماد کرتے ہوں۔ المختصر معاشرے میں کسی عمل کے بارے میں لوگوں کی عادت و رواج کو عرف عملی بولا جاتا ہے۔

---

[8] ‘Allāma Ibn ‘Ābidīn ash-Shāmī. An-Nashr al-‘Urf fī Binā’ Ba‘ḍ al-Aḥkām ‘alā al-‘Urf. Translated by Muḥammad Zubd al-Ḥaq Barkātī Miṣbāḥī. Delhi: Falāḥ Research Foundation, 1436 AH/2015, 22.

[9] Muftī Nasīm Aḥmad Qāsimī. "‘Urf wa ‘Ādat." In Fiqhī Maqālāt, edited by Maulānā Ni‘mat Allāh A‘ẓamī et al. New Delhi: Ifa Publications, 1424 AH/2003, 23

[10] Jalāl ad-Dīn as-Suyūṭī. Al-Ashbāh wa an-Naẓā’ir fī Qawā‘id wa Furū‘ al-Fiqh ash Shāfi‘ī. Mecca: Maktaba Nizār Muṣṭafā al-Bāz, 1440 AH/2019, 1: 280.

"العادة محكمة"[11]

انسانی عادت کو حکم اور دلیل کا درجہ حاصل ہے۔

گویا کہ ایسی انسانی عادات جو مسلم معاشرے میں اس قدر مقبول عام ہو جائے کہ لوگ بغیر کسی سبب کے اس کو اپنارہے ہو اور ساتھ یہ شریعت اسلامیہ کے کسی بھی اصول کے متضاد بھی نہ ہو تو ایسی عادت کو دلیل کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کی بہترین مثال مہر مثل کی ہے جو کسی خاص قبیلہ میں عادتاً رائج ہوتا ہے۔

مبحث دوم: عرف کے معتبر ہونے کی شرائط و حجیت کے دلائل

1. **شرعی نقطہ نظر سے عرف کے معتبر ہونے کی شرائط**

فقہاء کرام کے نزدیک عرف کے معتبر ہونے کی مندرجہ ذیل چار شرائط ہیں، ان شرائط کو پیش نظر رکھتے ہوئے عرف کی حیثیت کا تعین کیا جائے گا۔

پہلی شرط: عرف کے معتبر ہونے کے لیے لازم ہے کہ وہ کلی ہو یا اکثری (کثرت یا بہت دفعہ ہونے والا) ہو، عام طور پر فقہاء کرام نے شرط کے طور پر اس کو ایک مسلسل جاری رہنے والے اور غالب عمل سے منسلک کیا ہے[12]۔ اس ضمن میں علامہ ابن نجیم مصری فرماتے ہیں:

عرف کو صرف اسی صورت میں معتبر تصور کیا جائے گا جب عمومی نوعیت کا ہو یا بصورت دیگر اکثری نوعیت کا ہو، اکثری ہونے سے مراد یہ ہے کہ معاشرے میں ہونے والے حالات واقعات میں اکثریت میں اس پر عمل کیا جارہا ہو اس کے خلاف بہت ہی کم عمل ہوتا ہو[13]۔ لیکن یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ کچھ علماء کرام نے اس شرط سے اختلاف بھی کیا ہے جیسے مولانا عتیق احمد قاسمی صاحب اس ضمن میں بیان کرتے ہیں:

عرف کا کلی یا اکثری ہونا اس کے معتبر ہونے کے لیے اکتفا نہیں کرنا کیونکہ کلی یا اکثری کا تعلق بنیادی طور پر عرف کی ماہیت اور حقیقت سے ہیں۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کسی خاص عمل یا رویے سے متعلق معاشرے میں دو رویے ہوں اور دونوں کا استعمال برابری کی بنیاد پر ہو رہا ہو تو ایسی صورت میں کسی ایک رویے پر عرف کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا ہے[14]۔

دوسری شرط: جس عرف پر پیش آمدہ مسئلے کا اطلاق کیا جارہا ہو، مسئلہ ہذا کے وجود میں آنے سے پہلے عرف موجود ہو اور ہم عصر فقہاء اسے عرف مقارن سے تعبیر کرتے ہوں۔ علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

"العرف الذى تحمل عليه الالفاظ انماهو المقارف السابق دون المتاخر قال الفقهاء:لا عبرة بالعرف الطارى"[15]

---

[11] Jalāl ad-Dīn as-Suyūṭī, Al-Ashbāh wa an-Naẓā’ir fī Qawā‘id wa Furū‘ al-Fiqh ash-Shāfi‘ī, 1: 280

[12] Muftī Nasīm Aḥmad Qāsimī. "‘Urf wa ‘Ādat." In Fiqhī Maqālāt, edited by Maulānā Ni‘mat Allāh A‘ẓamī et al. New Delhi: Ifa Publications, 1424 AH/2003, 53.

[13] Muftī Nasīm Aḥmad Qāsimī, Fiqhī Maqālāt, 53.

[14] Muftī Nasīm Aḥmad Qāsimī, Fiqhī Maqālāt, 53.

[15] Jalāl ad-Dīn as-Suyūṭī, Al-Ashbāh wa an-Naẓā’ir fī Qawā‘id wa Furū‘ al-Fiqh ash Shāfi‘ī,1: 84.

وہ عرف جس پر الفاظ محمول کیے جاتے ہو اس سے مراد عرف مقارن سابق لیا جاتا ہے نہ کہ عرف متاخر، فقہاء نے اس لیے کہا ہے کہ عرف طاری کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ المختصر پیش آمدہ مسئلے کا عرف پر اطلاق کرنے کے لیے عرف کا مسئلہ سے پہلے اور کسی ایک پہلو سے مناسبت دونوں کا پایا جانا لازمی ہے، اس کے بغیر عرف کو معتبر اور مستند نہیں مانا جائے گا۔

تیسری شرط: جس عرف پر اطلاق کیا جارہا ہے خود متکلم کی صراحت اس کے خلاف موجود نہ ہو۔ اس اصول کے مطابق جب تک کہنے والا کسی اور مطلب کی صراحت (یعنی وضاحت نہ کرے، اس کی بات عام عرف کے مطابق سمجھی جائے گی۔

چوتھی شرط: آخری اور بنیادی شرط یہ ہے کہ عرف کے مطابق بجالانے سے شریعت مطہرہ کی کسی بنیادی نص یا اصول کی خلاف ورزی نہ ہو، بصورت دیگر ایسے عرف کو کسی صورت معتبر قرار نہیں دے سکتے ہیں۔ مجموعی اعتبار سے فقہاء کرام کی اکثریت نے یہی چار شرائط بیان کی ہیں چند ایک ایسے احباب ہیں جنہوں نے مزید اضافہ کیا ہیں[16]۔

2. عرف کی حجیت

عرف کی حجیت سے مراد یہ ہے کہ اسلامی شریعت مطہرہ میں عرف (رسم ورواج، عمومی عادت یا معاشرتی طریقہ، عمل) کو بطور حجت دلیل یا تسلیم کرنے سے متعلق علماء اور فقہاء کیا آراء رکھتے ہیں، قرآن پاک میں اللہ رب العزت اس بابت ارشاد فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ[17]

ترجمہ: آپ معاف کرنا اختیار کیجئے اور بھلائی کا حکم دیتے رہے اور جاہلوں سے کنارا کشی اختیار کریں۔

اس آیت مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے علماء اور فقہاء نے عرف کی حجیت سے متعلق دلیل لی ہے، اس ضمن میں معروف مفسر استاد ابو سنہ احمد فھمی رقمطراز ہیں:

> "ان الله امرنبيه بالعرف وهوماتعارفه الناس فيما بينهم قولاعملا استبطابة نفوسهم و تقبلة عقولهم فالعمل به مقتضى الامر الالم يكن للامربه فائدة"[18]
>
> "بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی کو عرف کا لحاظ کرنے کا حکم دیا ہے اور عرف وہ ہوتا ہے جو لوگوں میں قولی اور فعلی طور پر متعارف ہوتا ہے اس پر ان کے دل نہ صرف مطمئن ہوتے ہیں بلکہ انکی عقلیں بھی قبول کرتی ہیں۔ پس امر کا تقاضہ یہ ہے کہ عرف کے مطابق عمل کیا جائے ورنہ اس حکم کا کوئی فائدہ نہیں۔"

عرف سے متعلق حدیث پاک سے بھی تائید ملتی ہے اس ضمن میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت ملتی ہے جسے امام حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے نبی ﷺ نے فرمایا: "ما رآه المسلمون حسنًا فهو عند الله حسنٌ قبيحا فهو عند الله[19]"

"پس جسے مسلمان اچھا سمجھیں، وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جسے مسلمان برا سمجھے وہ اللہ کے نزدیک برا ہے"

---

16 Jalāl ad-Dīn as-Suyūṭī, Al-Ashbāh wa an-Naẓā'ir fī Qawā'id wa Furū' al-Fiqh ash Shāfi'ī, 1: 84.

17 Al-Qur'ān, 7:199.

18 Abū Sanna Aḥmad Fahmī. Al-'Urf wa al-'Āda fī Rā'y al-Fuqahā' ash-Shāfi'ī. Cairo: Maṭba'at al-Azhar, 1367 AH/1947, 23

19 Abū 'Abd Allāh Muḥammad ibn 'Abd Allāh al-Ḥākim an-Naysābūrī. Al-Mustadrak 'alā aṣ-Ṣaḥīḥayn. Cairo: Maṭba'at al-Azhar, 1367 AH/1947, 23.

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایسا عمل، جسے مسلمان مجموعی طور پر اچھا یا بُرا سمجھتے ہیں، اس کے اللہ کے نزدیک اچھا یا بُرا ہونے کا دارومدار اس بات پر ہے کہ وہ عرف اسلامی شریعت کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر کوئی عرف قرآن و سنت کے مطابق ہو، تو وہ نہ صرف مسلمانوں کے نزدیک قابلِ قبول ہو گا بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی پسندیدہ شمار ہو گا۔ تاہم، اگر کوئی عرف شریعتِ اسلامیہ کے کسی اصول یا حکم کے خلاف ہو، تو وہ نہ صرف اہلِ اسلام بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی ناپسندیدہ قرار پائے گا۔

المختصر اسلامی فقہ میں کسی بھی عرف کی حجیت کو اُس وقت تسلیم کیا جائے گا جو مندرجہ ذیل تین خصوصیات کا حامل ہو:

1. وہ عرف کتاب و سنت یا اجماع کے خلاف نہ ہوں۔

2. وہ عام اور مسلسل جاری رہنے والا ہو (یعنی کسی خاص وقت کے لیے نہ ہو)۔

3. عامتہ الناس اس پر اعتماد کرتی ہوں۔[20]

مبحث سوم: عرف کی لفظی و عملی حیثیت سے متعلق فقہاء کرام کی آراء کا تقابل

اسلامی فقہ کا بنیادی ماخذ قرآن و سنت ہے، ان کے علاوہ دیگر ماخذ قیاس، اجماع، استحسان اور حرف وغیرہ ثانوی ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں، ان مصادر و ماخذ کی تشریح و تعبیر کرتے ہوئے مختلف فقہی مکاتب فکر نے اپنے طے شدہ اصولوں کی روشنی میں مختلف نوعیت کے مناہج اختیار کیے۔ ان مناہج میں بعض مکاتب نے لفظی یا متنی نصوص کی تعبیر پر زور دیا، جب کہ بعض نے عملی روایت، قیاس، اجماع یا استحسان کو فقہی استخراج میں ترجیح دی۔ اسی طرح عرف کی تعبیر و تشریح کرتے اس کے ماہیت و حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے لفظی اعتبار سے معنیٰ و مفہوم کے تعین میں نہ صرف اختلاف پایا جاتا ہے بلکہ عرف کے اطلاق سے متعلق ہر مکتبہ فکر کی اپنی حدود و قیود ہیں جن کا تعین قرآن و سنت کی روشنی میں کیا گیا ہے، پھر ان ہی حدود و قیود کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہی اعتبار سے عرف کا اطلاق کر کے رائے قائم کی جاتی ہے۔ ذیل میں ائمہ اربعہ کے مابین عرف کی لفظی و عملی حیثیت سے متعلق پائے جانے والے تنوع کا تقابلی بنیاد پر تجزیہ کیا جائے گا اس تقابلی جائزے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ان مکاتب فکر کی علمی کاوشوں کے مابین نہ صرف فرق کو سمجھا جائے بلکہ ان کے فکری اصولوں اور عملی اثرات کی تفہیم بھی کی جائے۔[21]

1. حنفی مکتبہ فکر

حنفی مکتبہ فکر کے ہاں عرف کو ایک ثانوی اور اہم ترین مصدر کی حیثیت حاصل ہے اسے بطور "ادلہ شرعیہ" شمار کرتے ہیں۔ ان کے مطابق اگر کوئی ایسا عرف جو کلی یا اکثری نوعیت کا ہو اور شریعت اسلامیہ کی کسی بنیادی نصِ شرعی کے متضاد نہ ہو تو ایسے عرف کو بنیاد بنا کر فقہی حکم کو لاگو کیا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سے حنفی اصولیین کے ہاں ایک قاعدہ بھی مشہور ہے: "المعروف عرفاً كالمشروط شرطاً"[22] ترجمہ: جو بات عرفاً معروف ہو، وہ شرط کی طرح معتبر ہوتی ہے۔ حنفی مکتبہ فکر کے ہاں ایسا عرف جو معاشرے میں معروف ہو اور ایک تسلسل کے ساتھ چل رہا ہو شریعت اسلامیہ کے کسی بنیادی اصول کے مخالف نہ ہو تو اسے فقہی و قانونی حیثیت حاصل ہو گئی۔[23]

---

[20] ʻĀṣim Shahbāz, Dr. Muḥsin Khān ʻAbbāsī, and Dr. ʻAbbās ʻAlī. "Kitāb Hidāya mein ʻUrf par Mabnī Masāʼil kā Taḥqīqī Jāʼiza." Ḥarf-o-Sukhan 6, no. 2 (June 1443 AH/2022): 4.
[21] Maulānā Niʻmat Allāh Aʻẓamī et al. ʻUrf wa ʻĀdat: Jadīd Fiqhī Maqālāt. New Delhi: Ifa Publications, 1424 AH/2003, 15.
[22] Jalāl ad-Dīn as-Suyūṭī, Al-Ashbāh wa an-Naẓāʼir fī Qawāʻid wa Furūʻ al-Fiqh ash-Shāfiʻī, 1: 84.
[23] Muḥammad ibn Ḥasan ash-Shaybānī. As-Siyar al-Kabīr. Beirut: Dār al-Maʻrifa, 1422 AH/2001, 45–47.-

لفظی حیثیت: احناف مکتبہ فکر کے علماء اور فقہاء اس بات پر متفق ہیں عرف کے اطلاق کا اعتبار الفاظ کی تعبیر سے بھی ہوتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی لفظ کا کے لغوی اور عرفی معنیٰ میں اختلاف پایا جا رہا ہو تو ایسی صورت میں عرف والا مفہوم مقدم تصور کیا جائے گا، اور عرف کے مفہوم کو پیش نظر رکھتے ہوئے عمل کیا جائے گا۔ عرف کی لفظی حیثیت کے تعین میں عرف کے طور رائج معنیٰ کو مقدم مانتے ہوئے اس پر اطلاق کیا جائے گا۔ مثال کے طور لفظ "دار" لغوی اعتبار سے صرف بیت (گھر) کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے لیکن اگر عرف میں اس میں باغ یا زمین بھی شامل ہوتی ہو تو لفظ "دار" کا اطلاق کرتے ہوئے اس سے ملحق زمین اور باغ بھی شامل سمجھے جائے گے[24]۔

عملی حیثیت: عرف کی عملی حیثیت سے متعلق احناف ایک جداگانہ رائے رکھتے ہیں کیونکہ ان کے ہاں عرف کو ایک قوی اصول اور ثانوی مصدر وماخذ کی حیثیت حاصل ہے، اس کو "**ادلہ شرعیہ**" (یعنی شرعی دلائل) میں شامل کرتے ہیں، لیکن اس کے لیے لازم ہے کہ یہ صریح نص کے خلاف نہ ہو۔ یہ لوگ عرفِ صحیح (یعنی شریعت کے مخالف نہ ہو) کو فیصلے میں معتبر مانتے ہیں "**العادة محكمة**"[25] یعنی رائج عادت کو شرعی فیصلے میں حیثیت حاصل ہے"۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ احناف کے ہاں معاشرے میں رائج ایسے عرف وعادات جو شریعت اسلامیہ کے اصولوں کے عین مطابق ہو تو انہیں شرعی قانون کی حیثیت حاصل ہو گی[26]۔

2. مالکی مکتبہ فکر

مالکی فقہ میں احناف کی نسبت عرف کو زیادہ مستند اور معتبر حیثیت حاصل ہے بالخصوص امام مالک علیہ رحمہ نے مدینہ کے عرف کو سنت کی برابری کا درجہ دیتے ہیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ امام صاحب نزدیک اہل مدینہ کا تعامل (کسی ایک عمل پر جمع ہو جانا) کسی بھی معاملے میں ایک مستند دلیل رکھتا ہے کیونکہ اہل مدینہ میں بسنے والے لوگ براہ راست نبی کریم ﷺ سے فیض یاب ہوتے تھے، ان کا عرف شریعت اسلامیہ کے لیے ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔[27]

لفظی حیثیت: مالکی فقہ میں بھی عرف کی لفظی حیثیت سے متعلق اس بات اجماع ہے کہ عرف یہ قسم مالکی فقہ میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ مالکی فقہ میں اگر کوئی لفظ **لغت** میں کئی معانی رکھتا ہو، تو امام مالکؒ اور ان کے مقلدین اس معنیٰ کو ترجیح دیتے ہیں جو **معاشرتی عرف میں معروف اور رائج** ہو۔ ایسا معنیٰ جو معاشرتی طور پر معروف ہو اسے لغوی معنیٰ پر برتری حاصل ہو گی اور اس میں بالخصوص ایسا معنیٰ جو مدینہ کے معاشرے میں مروج ہو اسے تمام قسم کی لغات وعرفیات پر برتری حاصل ہوگی۔ یاد رہے کہ مالکیہ کے بعض اوقات عرف کو قیاس پر بھی ترجیح دیتے ہیں۔ اس ضمن میں مالکی فقہاء نے اصول بھی پیش کیا ہے: "**المعروف عرفًا كالمشروط شرطًا**"[28] ترجمہ: "جو بات عرف میں مقبول ہو جائے وہ ایسے ہی ہے جیسے کہ وہ شرط کے طور پر کہی گئی ہو"۔ مالکی فقہ میں بیان کردہ یہ اصول بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اگر فریقین نے کسی چیز کا ذکر **لفظاً** نہیں کیا، مگر وہ **عرفاً معروف** ہے، تو اسے عقد کا حصہ سمجھا جائے گا۔ مثال کے طور پر اگر دو آدمیوں کے

---

24 Jalāl ad-Dīn as-Suyūṭī, Al-Ashbāh wa an-Naẓā'ir fī Qawā'id wa Furū' al-Fiqh ash-Shāfi'ī, 1: 280
25 Jalāl ad-Dīn as-Suyūṭī, Al-Ashbāh wa an-Naẓā'ir fī Qawā'id wa Furū' al-Fiqh ash-Shāfi'ī, 1: 119
26 Muftī Nasīm Aḥmad Qāsimī, Fiqhī Maqālāt, 53.
27 Abū Isḥāq Ibrāhīm ibn Mūsā ash-Shāṭibī. Al-Muwāfaqāt. Mecca: Dār Ibn 'Affān lin-Nashr wa at-Tawzī', 1419 AH/1998, 3: 83.
28 Jalāl ad-Dīn as-Suyūṭī, Al-Ashbāh wa an-Naẓā'ir fī Qawā'id wa Furū' al-Fiqh ash-Shāfi'ī, 1: 84

درمیان کسی معاہدے یا معاملے میں کوئی مبہم لفظ استعمال ہو جس بناء پر احتمال پایا جا رہا ہو تو اس کی وضاحت اس عرف سے کی جائے گی جو اس مقام یا زمانے میں رائج ہو، صرف لغت کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کیا جائے گا[29]۔

عملی حیثیت: مالکی فقہاء عرف کو عملی حیثیت سے بطور شرعی دلیل ستعمال کرنے کے قائل ہے، ان کا خیال ہے کہ ایسا عرف جس کی بنیاد تعامل مدینہ پر ہو، ایسا عرف امت کے لیے حجت کی حیثیت رکھتا ہے۔ مالکی فقہاء کے ہاں عرف کو مستقل فقہی دلیل کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے جب اس میں مندرجہ ذیل تین خصوصیات پائی جا رہی ہو: اول عام، مستمر (ہمیشہ رائج) اور مقبول ہو، دوم کسی بھی شرعی نص یعنی قرآن و سنت کے بنیادی اصولوں کے خلاف نہ ہو، سوم اہل مدینہ کے عمل سے مطابقت رکھتا ہو۔ سب سے بڑھ کر امام مالکؒ کے مطابق عرف کوئی عارضی شے نہیں جس کا تعلق ایک مخصوص زمانہ کے ساتھ ہو بلکہ یہ سنت نبویؐ کے عمل کا تسلسل ہے، خاص طور پر جب مدینہ شریف کے عرف کی بات ہو۔ ان کے نزدیک مدینہ کا عرف سنتِ نبوی ﷺ کی عملی شکل ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی حدیث میں کوئی ایک خاص عمل، معاملہ، واقعہ بیان کیا جائے جو مانوس اور اجنبی ہو اور حدیث کی صحت پر علماء نے کلام کیا ہو، صحت کے اعتبار سے حدیث کم درجے کی ہو اس کے ساتھ مدینہ کے عرف میں اس پر عمل نہ ہو ایا متضاد صورتحال پائی جا رہی ہو تو امام مالک کے نزدیک ایسی صورت حال میں تعامل مدینہ کی بناء پر عرف کو ترجیح دی جائے گی[30]۔

3. شافعی مکتبہ فکر

شافعی فقہاء عرف کی حیثیت کو محدود دائرے میں تسلیم کرتے ہیں، شوافع کے ہاں عرف و عادات (یعنی لوگوں کا رائج اور عمومی طور پر قبول شدہ طریقہ) کو فقہی احکام میں دیگر فقہی مسالک کی نسبت کم درجے کی حیثیت حاصل ہے۔ عرف کے حوالے سے امام شافعیؒ کا اصولی مؤقف یہ ہے کہ بنیادی مصادر یعنی قرآن، سنت، اجماع اور قیاس سے پیش آمدہ مسئلے کا حل اگر نہ مل پائے تو ایسی صورت میں عرف کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ شوافع کے ہاں عرف کو دلیل کے طور پر مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ قبول کیا جاتا ہے: اولاً عرف نصوصِ شرعیہ یعنی قرآن و سنت سے متصادم نہ ہو، دوم مسلسل جاری اور عام ہو، سوم بالخصوص یہ قطعی شرعی اصولوں کے مخالف نہ ہو[31]۔

لفظی حیثیت: شوافع کے ہاں عرف کی لفظی حیثیت کو کمزور مصدر کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے امام شافعی عرف کو محض ایک معاون مصدر کے طور پر مانتے ہیں، اسے بطور اصل یا بنیادی مصدر کے طور نہیں تسلیم نہیں کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ شوافع کے ہاں عرف کو صرف لفظی دلالت کے تحت قبول کیا جاتا ہے، بشرطیکہ وہ شرعی اصولوں کے مطابق ہو اگر کوئی لفظ عرف میں خاص معنی رکھتا ہے تو شوافع اس کا اعتبار کرتے ہیں، جیسے تجارتی اصطلاحات وغیرہ۔ اس طرح شافعی مکتبہ فکر کی بنیادی کتب کتاب "الام" اور "**المجموع**" میں کئی مسائل میں عرف کو بطور تائید کے دلیل کے طور پر استعمال کیا گیا ہے[32]۔

عملی حیثیت: شوافع عرف کی عملی حیثیت کے استعمال سے متعلق محدود پیمانے اور مخصوص شرائط کے ساتھ قائل ہے، ان کے ہاں عرف کا استعمال ایسی صورت میں کیا جاتا ہے جہاں نصوص (قرآن وحدیث) بالکل خاموش ہو لیکن یاد رہے کہ شوافع حضرات عرف کی نسبت قیاس اور

---

29 Abū Isḥāq Ibrāhīm ibn Mūsā ash-Shāṭibī, Al-Muwāfaqāt, 3: 83.
30 Abū Isḥāq Ibrāhīm ibn Mūsā ash-Shāṭibī, Al-Muwāfaqāt, 3: 83.
31 Muftī Nasīm Aḥmad Qāsimī, Fiqhī Maqālāt, 29.
32 Al-Imām al-Juwaynī ash-Shāfiʿī. Al-Burhān fī Uṣūl al-Fiqh. Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 1418 AH/1997, 2: 776.

نصوص کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور عرف کو محدود دائرے میں قبول کرتے ہیں۔ شوافع حضرات کے ہاں عرف کی عملی حیثیت سے مندرجہ ذیل چار اصول کو پیش نظر رکھنا ضروری ہیں[33]

* سب سے پہلا اور بنیادی اصول یہ ہے عرف کسی بھی صورت میں نص کے خلاف نہ ہو بصورت دیگر اگر عرف کسی واضح نص (قرآن، حدیث) کے خلاف ہو تو رد کر دیا جاتا ہے۔
* جس عرف پر اطلاق کیا جارہا وہ معاشرے میں اس قدر عام و غالب ہو کہ معاشرے میں اکثریتی طور پر رائج ہو۔
* عرف میں استمرار (تواتر) پایا جارہا ہو یعنی عرف وقتی یا عارضی نوعیت کا نہ ہو بلکہ مسلسل رائج ہو۔

4. حنبلی مکتبہ فکر

حنابلہ نے عرف کو شریعت اسلامیہ کے حجت کے طور پر تسلیم کیا ہے، ان کے ہاں قرآن و سنت کے بعد عرف کو بنیادی مصدر کی حیثیت حاصل ہے اور بالخصوص ایسے امور جن سے متعلق قرآن و سنت میں کوئی واضح نص موجود نہ ہو تو ایسی صورت حال میں عرف کی رجوع کیا جائے گا ۔حنابلہ کے مطابق عرف ایسے اعمال یا اقوال کو کہتے ہیں جو کسی قوم یا معاشرے میں بغیر کسی واضح قانونی شرط کے عمومی طور پر رائج ہو جائیں اور لوگ ان کو بغیر کسی دلیل کے اختیار کریں۔ حنابلہ فقہاء کے ہاں عرف کے حوالے سے درج ذیل اصول کے تحت استدلال کیا جاتا ہے" المعروف عرفاً کالمشروط شرطاً" ترجمہ: جو چیز عرفاً مانی جاتی ہے، وہ ایسا ہی ہے جیسے وہ شرط کے طور پر لکھی گئی ہو۔ المختصر حنابلہ کے ہاں قرآن و سنت کے بعد عرف کو ایک ثانوی مصدر کی حیثیت حاصل ہے لیکن دیگر فقہی مکاتب جیسے حنفی یا مالکی کے مقابلے میں نسبتاً محدود کم درجے کی حیثیت حاصل ہے، تاہم عرف کو بالکل نظر انداز بھی نہیں کیا گیا ہے[34]۔

لفظی حیثیت: حنابلہ فقہاء کے ہاں عرف کی لفظی حیثیت سے متعلق (یعنی لغوی و اصطلاحی پہلو) نسبتاً محدود اور محتاط انداز میں تسلیم کیا گیا ہے۔ یعنی اس کو مکمل فقہی ماخذ (source of law) کے طور پر نہیں تسلیم کیا جاتا، لیکن ضرورت کے وقت مخصوص شرائط کے ساتھ استدلال کیا جاتا ہے، بالخصوص ایسے معاملات جن کا تعلق اجتماعیت سے ہو۔ اس سے یہ فکر سامنے آتی ہے حنبلی فقہ میں عرف کی لفظی حیثیت کو مخصوص شرائط کے ساتھ ثانوی حیثیت حاصل ہے، یعنی اسے بنیادی ماخذ نہیں مانا جاتا، لیکن جدید پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے لغوی اور عرفی معنٰی سے استعفادہ کیا جاتا ہے، اس کے لیے مندرجہ ذیل تین شرائط کو پیش نظر رکھا جانا لازم ہے: اولاً کسی بھی صورت حال میں نصوص قرآنی کے خلاف نہ، دوم یہ نص کو ظاہری طور پر نہ تبدیل کرے، سوم یہ معاشرتی طور پر مستمر یعنی مسلسل جاری و ساری رہنے والے عمل ہو۔[35]

عملی حیثیت: عرف کی عملی حیثیت سے متعلق حنابلہ فقہاء کا مؤقف یہ ہے کہ گر کسی لفظ سے متعلق شریعت یا لغت میں کئی معنٰی موجود ہو تو ایسی صورت میں عرفی معنی کو ترجیح دیا جائے گا لیکن اس کے لیے لازمی شرط ہے کہ یہ شرع اسلامی کے بنیادی اصولوں کے خلاف نہ ہو۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک عرف کی عملی حیثیت کو اُس وقت معتبر خیال کیا جائے گا جب وہ نصوص کے خلاف نہ ہو۔ ان کے ہاں عرف کو فقہی اجتہاد کا جزو مانا جاتا ہے، مگر ثانوی درجے پر۔ حنابلہ کے مطابق بالخصوص معاملات میں اگر کوئی معاہدہ (contract) کسی چیز کی وضاحت کے بغیر کیا جائے تو

[33] Abū Zakariyyā Yaḥyā ibn Sharaf an-Nawawī. Rawḍat aṭ-Ṭālibīn. Damascus: Dār al-Minhal Nāshirūn, 1437 AH/2016, 5: 389.
[34] Muftī Nasīm Aḥmad Qāsimī, Fiqhī Maqālāt, 30.
[35] ‘Abd Allāh ibn Aḥmad ibn Muḥammad ibn Qudāma al-Ḥanbalī al-Maqdisī. Al-Mughnī. Riyadh: Dār ‘Ālam al-Kutub, 1407 AH/1986, 5: 328.

ایسی صورت میں عرف کی عملی حیثیت کے مطابق اس کی جائے گی۔ مثال کے طور پر ایک شخص یوں "میں تمہیں سیب فروخت کرتا ہوں" کہے بغیر پیمائش کے سودا کر رہا ہو تو عرف میں جو طریقہ رائج ہے وہی پیمائش معتبر ہوگی۔ اس متعلق ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں: " والمرجع في ذلك إلى العرف والعادة "[36] ترجمہ: ایسے معاملات میں عرف اور عادت کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ المختصر حنابلہ کے ہاں صرف معاملات زندگی میں عرف کی عملی حیثیت سے استعفادہ کیا جائے گا لیکن عبادات میں اس کو غیر معتبر سمجھا جاتا ہے۔

عرف کی لفظی و عملی حیثیت سے متعلق مختلف فقہی مکتبہ فکر کی آراء سے متعلق تقابلی چارٹ

فقہی مکتبہ فکر	عملی حیثیت	لفظی حیثیت	عرف کی شرعی دلیل کی حیثیت
حنفی	بہت زیادہ اہم	مضبوط دلیل	مستقل دلیل، قیاس پر بھی ترجیح
مالکی	بہت اہم	بہت اہم	اہل مدینہ کے تعامل شکل میں دلیل
شافعی	محدود	کمزور	تابع دلیل، مستقل نہیں
حنبلی	اوسط درجے	مشروط	بشرطِ عدمِ مخالفتِ کی صورت میں ثانوی نص دلیل کے طور پر تسلیم کیا جائے گا

بحث و نتائج

عرف اسلامی قانون کا وہ غیر مدوّن اور متحرک پہلو ہے جو معاشرتی اور زمانی تقاضوں کے تحت شریعت اسلامی کی تعبیر و تشریح میں معاون کردار ادا کرتا ہے۔ اس تحقیق میں عرف کی اقسام، فقہی اصولوں میں اس کی حیثیت، اور مختلف مکاتبِ فکر کی آراء کو علمی تناظر میں جانچنے کی کوشش کی گئی ہے۔ عرف کو بنیادی اور موضوعاتی اعتبار سے تقسیم کیا گیا ہے: بنیادی نوعیت سے (عرفِ عام، عرفِ خاص، عرفِ شرعی)، موضوعی نوعیت سے (عرفِ لفظی، عرفِ عملی)، یہ تقسیم نہ صرف اس کی فہم و ادراک کو آسان بناتی ہے بلکہ فقہی استدلال میں اس کی عملی حیثیت کو بھی واضح کرتی ہے۔ عرفِ شرعی کو فقہاء کرام نے ایسی دلیل کے طور پر تسلیم کیا ہے جو نصوصِ شرعیہ کے عدمِ صراحت کی صورت میں فتویٰ کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ مقالے میں یہ بات وضاحت سے بیان کی گئی ہے کہ شریعتِ اسلامیہ میں عرف کو بطور دلیل قبول کرنے کے لیے چند شرائط ہیں یہ شرائط فقہاء کے نزدیک عرف کی حجیت اور اس کے قابلِ قبول ہونے کی بنیاد فراہم کرتی ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام دینِ فطرت ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرتی روایات کا بھی لحاظ رکھتا ہے، بشرطیکہ وہ دائرۂ شریعت سے متجاوز نہ ہوں۔ اسی طرح عرف کے اطلاق اور اس کی فقہی حیثیت میں ائمہ اربعہ کے درمیان نمایاں تنوع پایا جاتا ہے: حنفی مکتبہ فکر میں عرف کو قوی ثانوی دلیل کا درجہ حاصل ہے، اور "المعروف عرفاً کالمشروط شرطاً" جیسے قواعد اس کی تائید کرتے ہیں۔ احناف عرفِ لفظی و عملی دونوں کو فقہی استنباط میں مؤثر سمجھتے ہیں۔ مالکیہ عرف کو اہلِ مدینہ کے تعامل کی بنیاد پر سنت کے برابر اہمیت دیتے ہیں، بالخصوص عملی عرف کو مستقل دلیل کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے ہاں عرف صرف سماجی ضرورت نہیں، بلکہ سنت کا تسلسل بھی ہے۔ شافعیہ عرف کو محدود دائرے میں قبول کرتے ہیں، اور اسے تابع دلیل کے طور پر تسلیم کرتے ہیں، مشروط اس بات پر کہ وہ نصوصِ شرعیہ سے متعارض نہ ہو۔ ان کے ہاں عرف کی عملی و لفظی حیثیت نسبتاً کمزور ہے۔ حنابلہ کے ہاں عرف کو قرآن و سنت کے بعد مشروط ثانوی ماخذ کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے، خاص طور پر معاملات کے باب میں، اگرچہ عبادات میں اس کا اطلاق قبول نہیں کیا جاتا ہے، مگر عقود و معاملات میں عرف سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

[36] Ibn Qudāma, Al-Mughnī, 5: 328.

سفارشات

* جدید محققین کو مستقبل میں تحقیق کے دوران اس بات پر غور کرنا ہوگا ہے کہ کس طرح عرف کو مختلف حالات اور زمانی تقاضوں کے مطابق تطبیق دی جا سکتی ہے۔ اس میں کسی ایک مخصوص مکاتبِ فکر کے تناظر میں عرف کی نوعیت اور اس کی دائرہ بندی پر تفصیل سے بحث جدید تناظر میں کی جا سکتی ہے۔
* اس طرح جدید معاشرتی اور ثقافتی تبدیلیوں کے پیش نظر عرف میں ہونے والی تبدیلیوں پر تحقیق کی جا سکتی ہے، مثلاً کیا موجودہ دور میں عرف کی مختلف اقسام (لفظی، عملی، شرعی وغیرہ) کے اطلاق میں کوئی نئی تبدیلیاں لانے کی ضرورت ہیں۔
* بالخصوص اسلامی فقہ میں عرف کی حیثیت کو مضبوط بنانے کے لیے اس پر جدید قانونی نقطہ نظر سے تحقیق کی جا سکتی ہے تاکہ اسلامی فقہ اور جدید قانونی نظاموں میں ہم آہنگی پیدا ہو سکے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography/کتابیات

* Ibn Manẓūr, Abū al-Faḍl Muḥammad ibn Mukarram ibn ʻAlī, *Lisān al-ʻArab*, mādda “ ʻUrf” (Bayrūt: Dār Ṣādir, 1414 AH).
* An-Nasafī, ʻAbd Allāh ibn Aḥmad ibn Maḥmūd, Abū Barakāt, *Al-Muṣṭafā*, in *Rasā’il Ibn ʻĀbidīn* (Bayrūt: Dār Ṣādir, 1434 AH).
* Al-Jurjānī, ʻAlī ibn Muḥammad ibn ʻAlī, *At-Taʻrīfāt*, mādda “ ʻUrf” (Bayrūt: Dār Ṣādir, 1414 AH).
* Abū Zuhra al-Miṣrī, *Uṣūl al-Fiqh* (al-Qāhira: Dār al-Fikr, 1415 AH).
* Ibn ʻĀbidīn ash-Shāmī, ʻAllāma, *An-Nashr al-ʻUrf fī Binā’ Baʻḍ al-Aḥkām ʻalā al-ʻUrf*, trans. Muḥammad Zubd al-Ḥaq Barkātī Miṣbāḥī (Delhi: Falāḥ Research Foundation, 1436 AH).
* Abū Sanna, Aḥmad Fahmī, *Al-ʻUrf wa al-ʻĀda fī Rā’y al-Fuqahā’ ash-Shāfiʻī* (al-Qāhira: Maṭbaʻat al-Azhar, 1367 AH).
* Al-Ḥākim an-Naysābūrī, Abū ʻAbd Allāh Muḥammad ibn ʻAbd Allāh, *Al-Mustadrak ʻalā aṣ-Ṣaḥīḥayn* (al-Qāhira: Maṭbaʻat al-Azhar, 1367 AH).
* Shahbāz, ʻĀṣim, Dr. Muḥsin Khān ʻAbbāsī, and Dr. ʻAbbās ʻAlī, “Kitāb Hidāya mein ʻUrf par Mabnī Masā’il kā Taḥqīqī Jā’iza” (June 1443 AH).
* Ash-Shāṭibī, Abū Isḥāq Ibrāhīm ibn Mūsā, *Al-Muwāfaqāt* (Makka: Dār Ibn ʻAffān lin-Nashr wa at-Tawzīʻ, 1419 AH).
* An-Nawawī, Abū Zakariyyā Yaḥyā ibn Sharaf, *Rawḍat aṭ-Ṭālibīn* (Dimashq: Dār al-Minhal Nāshirūn, 1437 AH).
* Ibn Qudāma al-Ḥanbalī al-Maqdisī, ʻAbd Allāh ibn Aḥmad ibn Muḥammad, *Al-Mughnī* (Riyāḍ: Dār ʻĀlam al-Kutub, 1407 AH/1986 CE), 5:328.
* As-Suyūṭī, Jalāl ad-Dīn, *Al-Ashbāh wa an-Naẓā’ir fī Qawāʻid wa Furūʻ al-Fiqh ash-Shāfiʻī* (Makka: Maktaba Nizār Muṣṭafā al-Bāz, 2019 CE).
* Qāsimī, Muftī Nasīm Aḥmad, “ʻUrf wa ʻĀdat,” in *Fiqhī Maqālāt*, ed. Maulānā Niʻmat Allāh Aʻẓamī et al. (New Delhi: Ifa Publications, 2003 CE).
* Aʻẓamī, Maulānā Niʻmat Allāh, et al., *ʻUrf wa ʻĀdat: Jadīd Fiqhī Maqālāt* (New Delhi: Ifa Publications, 1424 AH).
* Ash-Shaybānī, Muḥammad ibn Ḥasan, *As-Siyar al-Kabīr* (Bayrūt: Dār al-Maʻrifa, 2001 CE).
* Az-Zarqā, Shaykh Muṣṭafā Aḥmad, *Al-Madkhal al-Fiqhī al-ʻĀmm* (Dimashq: Dār al-Qalam, 1435 AH).